شکیل احمد خاں
شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج، لطیف آباد، حیدر آباد

تقسیم سے قبل سندھ میں اُردو زبان وادب کا آغاز

Shakeel Ahmed Khan
Department of Urdu, Govt College Latifabad, Hyderabad

Beginning of Urdu Language and Literature in sindh Before Partition

This article has reviewed as beginning of Urdu language, Urdu poetry, Urdu prose and Journalism in Sindh Before Partition (1947) in the light of various research scholars, historians and experts linguistic views, ideas and important references and their associated first samples and evidence has been presented.

الف: سندھ میں اُردو زبان کی ابتداء:

اُردو کی ابتداء یا اس کی پیدائش کے حوالے سے اب تک مختلف محققین، مؤرخین اور ماہرینِ لسانیات کے متعدد نظریات اور خیالات سامنے آچکے ہیں مگر یہ مسئلہ ہنوز زیرِ غور اور تحقیق طلب ہے کہ برصغیر پاک و ہند کا کون سا خطہ اُردو زبان کا مولد ہے، مضمون کے اس حصے میں چوں کہ سندھ کے حوالے سے اُردو زبان کے آغاز کا جائزہ لیا جا رہا ہے اس لیے یہاں مولانا سیّد سلمان ندوی، پیر حسام الدین راشدی، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، ڈاکٹر شاہدہ بیگم جیسے علماء و فضلاء کی آراء پیش کی جا رہی ہے جو اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ اُردو کا جنم یا اس کے ابتدائی نقوش سندھ میں ملتے ہیں۔

مولانا سیّد سلیمان ندوی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچے، اس لیے قرین قیاس یہ ہے کہ جس کو ہم آج اُردو کہتے ہیں اس کا ہیولیٰ اسی وادیٔ سندھ میں تیار ہوا ہوگا، عربی و فارسی بولنے والے مسلمان تاجر عراق، بندر ابلہ، سیراف اور بصرہ سے نکل کر، سندھ کے بندروں سے گزر کر، گجرات ہوکر، بحر ہند کے کنارے سفر کرتے ہیں ۔۔۔ پہلی صدی ہجری کے آخر یعنی ساتویں صدی عیسوی میں عرب مسلمانوں نے سندھ پر قبضہ کرلیا۔ یہ اسلامی لشکر شیراز اور عراق سے مرتب ہوکر آیا تھا، جس کے یہ معنی ہیں کہ اس لشکر کے لوگ فارسی اور عربی بولتے تھے۔ اس کے بعد جو سوداگر اور تاجر یہاں آکر بود و باش اختیار کرنے لگے تھے وہ بھی عربی اور فارسی بولتے تھے، جہاز رانوں کی زبان بھی عربی اور فارسی سے مرکب تھی۔ خود سندھیوں کی آمد و رفت بھی عراق میں لگی رہتی تھی ۔۔۔ عربی و فارسی سب سے پہلے ہندوستان کی جس دیسی زبان سے مخلوط ہوئی وہ سندھی اور ملتانی ہے، پھر پنجابی اور بعد ازاں دہلوی ۔۔۔ سندھی، ملتانی اور پنجابی

آپس میں بالکل ملتی جلتی ہیں، تینوں میں بہت سے الفاظ کا اشتراک ہے، تینوں میں عربی و فارسی کا میل ہے، صیغوں کے طریق میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے ۔۔۔موجودہ اُردو انھی بولیوں کی ترقی یافتہ اور اصلاح شدہ شکل ہے، یعنی جس کو ہم اُردو کہتے ہیں اس کا آغاز ان ہی بولیوں میں عربی و فارسی کے میل سے ہوا''۔ (۱)

سید حسام الدین راشدی نے بھی مسلمانوں کی سب سے پہلے سندھ آمد اور پھر ان کی عربی و فارسی زبانوں کا ہندی زبانوں سے ارتباط و اختلاط کو موضوعِ بحث بنا کر سندھ کو اُردو کا اصلی مولد قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے چند اور تاریخی حوالوں سے سندھ کی اس اولیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''تاریخی طور پر بھی ابتدائی دور کی بول چال کی زبان بن جانے کا سب سے قدیم اور پہلا ثبوت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کا وہ مختصر مکالمہ ہے جو ان کے قریب العصر تذکرہ 'سیر الاولیاء' اور دوسری تاریخوں سے ہم تک پہنچا۔ حضرت کی ولادت ۵۶۹ھ (۷۴-۱۱۷۳ء) ہے جب کہ مسلمانوں کا قبضہ سندھ و پنجاب سے آگے نہیں بڑھا تھا، ملتان کے ایک گاؤں 'کھتوال' میں پیدا ہوئے ۔۔۔خود ملتان جیسا کہ اہلِ علوم کو معلوم ہے، خاص ملک سندھ کے صدر مقامات میں شامل تھا۔۔۔آپ (شکر گنج) کے ایک خلیفہ بزرگ شیخ جمال الدین کا ہانسی میں انتقال ہوا تو ان کی حرم جو 'مادر موموناںؒ' کے معزز لقب سے مشہور تھیں، شیخ جمال الدین کے فرزند کو لے کر حضرت گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضرت نے کم سنی کے باوجود ان کے صاحبزادے (شیخ برہان الدین) کو خلافت مرحمت کی۔ مادرِ موموناں نے عرض کی 'حضرت خوجا بالا ہے' حضرت نے فرمایا 'مادر موموناں پونم کا چاند بھی بالا ہوتا ہے'۔۔۔یہ مختصر مکالمہ جس کی صحت میں کلام کی گنجائش نہیں اُردو کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور اس دعوے کی تصدیق کرتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں جب کہ دکن تو کجا دوآبہ گنگ و جمن بھی مسلمانوں کا وطن نہیں بنا تھا''۔ (۲)

اسی مضمون میں راشدی صاحب نے آگے چل کر حافظ محمود شیرانی سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے:

''فاضل شیرانی مرحوم لکھتے ہیں کہ 'اُردو اپنی صرف و نحو میں ملتانی زبان کے بہت قریب ہے، دونوں میں اسماء و افعال کے خاتمہ پر الف آتا ہے۔ دونوں میں جمع کا طریقہ مشترکہ ہے۔ یہاں تک کہ جمع کے جملوں میں ایک ہی قاعدہ جاری ہے۔ دونوں زبانیں تذکیر و تانیث کے قواعد، افعال مرکبہ و توابع میں متحد ہیں' (پنجاب میں اُردو، مقدمہ۔ ج) پھر شیرانی مرحوم نے اپنی تحقیقات کو اس پر مرکوز کر دیا کہ اس زبان کا سرچشمہ پنجاب کو ثابت کریں ۔۔۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سیدھے راستے پر چلتے چلتے ایک طرف کو مڑ گئے''۔ (۳)

چند اور تاریخی حوالے دیتے ہوئے راشدی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت جہانیاں جہاں گشت کی پیدائش ۷۰۷ ہجری تحریر ہے۔ اس خانوادے سے سلطان فیروز تغلق کو بڑی ارادت تھی ۔۔۔ ہمارے لیے یہ اہم اطلاع 'جمعات شاہی' (ملفوظات حضرت شاہ عالم) میں محفوظ ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی سیّد راجو قتال کے حق میں یہ کلمہ فرماتے تھے کہ 'آسان خوجے۔ تسان راجے' خود حضرت قتال نے فیروز شاہ تغلق کو اُردو زبان میں خطاب کیا اور یوں مزاج پرسی کی تھی کہ 'کا کا فیروز چنگا ہے'۔ ۷۵۱ ہجری میں سلطان محمد تغلق نے سومروں کے صدر مقام تتہ (ٹھٹھہ) پر فوج کشی کی لیکن اسی زمانے میں بیمار ہو کر وفات پائی، فیروز تغلق نے دس برس بعد اسی شہر پر حملہ کیا، سامانِ رسد نہ پہنچنے سے اسے بھی ناکام ہٹنا پڑا۔ تاریخ فیروز شاہی میں شمس سراج عفیف نے لکھا ہے (صفحہ ۲۳۱) کہ اس وقت تتہ والے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے یہ تک بندی کی 'برکت شیخ پٹھا۔ ایک موا ایک ہٹا' ☆ (آخری لفظ میں شبہ ہے۔ کلکتے کی طباعت میں 'تھا' لکھا ہے۔ پروفیسر ہوڑی والا نے اسے 'بھکا' پڑھا ہے۔ میں اسے 'ہٹا' یا 'نہٹا' خیال کرتا ہوں) ۔۔۔شیخ حسین عرف شیخ پتھا سندھ کے مشہور ولی

ہیں۔۔۔ تتے میں مرجع خلائق تھے۔۔۔ یہ کہاوت جو اوپر ہم عصر و معتبر تاریخ سے نقل کی ہے نہ صرف پرانی اُردو کا نمونہ پیش کرتی ہے۔۔۔ ان دنوں جنوب مغربی سندھ کی عام زبان اُردو نما تھی''۔ (۴)

ڈاکٹر جمیل جالبی اردو زبان و ادب کی تاریخ پر خاص سند رکھتے ہیں انھوں نے مذکورہ دونوں خیالات سے اتفاق کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اُردو زبان ہر اس علاقے میں تیزی سے پروان چڑھی جہاں مختلف اقوام کو سیاسی اور معاشرتی سطح پر، ایک دوسرے سے ملنے جلنے کی ضرورت پیش آئی، تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کی آمد سب سے پہلے سندھ میں ہوئی اور معاشرتی سطح پر ملنے جلنے کی ضرورت بھی سب سے پہلے یہیں پیش آئی۔۔۔ غرض کہ یہ زبان اپنی ابتدائی شکل میں سندھ وملتان کے علاقے میں عربوں کے زیرِ اثر بننی شروع ہوئی''۔ (۵)

اُردو کے ابتدائی نقوش اور آثار پر ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی اور ڈاکٹر شاہدہ بیگم اپنی اپنی رائے سندھ کے حق میں دیتے ہوئے بالترتیب لکھتے ہیں:

''یہ نظریہ کہ اُردو کا مولد سرزمین سندھ ہے، اگرچہ علم وتحقیق کی کسوٹی پر پورا نہ اُترے لیکن اتنی بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ جن عوامل نے ہندوستان کی ایک آریائی زبان کو ہماری اُردو کا قالب عطا کیا، وہ سب سے پہلے سندھ میں کارفرما ہوئے''۔ (۶)

عقلی اور قیاسی دلائل کی اس روشنی میں اُردو کے تدریجی ارتقاء کا پس منظر سیکڑوں سال کا احاطہ کرتا ہے جو تعین زماں اور تقید مکاں کسی کا پابند نہیں، ہاں الفاظ کے ابتدائی استعمال کا وقت متعین ہوسکتا ہے اور وہ وقت وہی ہے جب عرب مجاہدین کی آوازیں پہلے پہل سندھ کے ریگزاروں میں گونجیں اور دو اجنبی قوموں کا باہمی اختلاط عمل میں آیا''۔ (۷)

ماہر لسانیات ڈاکٹر غلام علی الانہ دو قوموں کے میل جول سے جو اسباب ان کی زبانوں پر اثرات مرتب کرتے ہیں ان کو ماہرینِ لسانیات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''ماہرین نے زبانوں کے ایک دوسرے پر اثرات کے جو اسباب بیان کیے ہیں، ان میں سے چند یہ بھی ہیں:
۱۔ تجارتی اور کاروباری تعلقات، ۲۔ سماجی اور ثقافتی رشتے، ۳۔ باہمی شادیاں اور میل جول، ۴۔ مذہبی یکسانیت اور تبلیغی میل جول ۵۔ آبادکاریوں کا ترک وطن''۔ (۸)

ان اسباب کی روشنی میں بھی اگر دیکھا جائے تو یہ تمام صورتِ حال برصغیر سب سے پہلے سندھ میں واقع ہوئی اور عربوں کے ساتھ آنے والی عربی اور فارسی زبانوں نے یہاں کی مقامی آبادی اور زبانوں پر اپنے اثرات قائم کیے اور ان کے درمیان بول چال کی ایک نئی زبان کا آغاز ہوا جو آگے چل کر اُردو کہلائی اور تقریباً یہی نظریاتی اتفاق ہمارے مذکورہ بالا محققین اور زبان کے ماہرین کا بھی ہے۔

ب: سندھ میں اُردو شاعری کی ابتداء:

سندھ میں اُردو شاعری کے جو ابتدائی نمونے ملے ہیں وہ زیادہ تر سندھ کے صوفیائے کرام اور علمائے کرام سے وابستہ ہیں، سیّد حسام الدین راشدی مولوی عبدالحق کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''(انھوں) نے چند نظمیں اور ایک جھولنا بھی شیخ فرید الدینؒ (ولادت ۵۶۹ھ، ۱۱۷۴-۷۳ء، وفات ۶۶۴ھ، ۱۲۶۵ء) کی تصنیف سے بہم پہنچایا اور اپنے رسالے 'اُردو کی نشو نما میں صوفیاء کا حصہ' میں ان کے کئی شعر نقل کیے

ہیں''۔(۹)

اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سندھ میں اُردو شاعری کی ابتداء غالباً چھٹی صدی ہجری کے آخر میں یا ساتویں صدی ہجری کے آغاز میں ہوگئی تھی۔ سندھ میں اس کے بعد دسویں یا گیارہویں صدی ہجری میں ہمیں ایک اور شاعر کا پتا چلتا ہے:

''جدید تحقیقات کی رو سے اُردو کا سب سے پہلا صاحبِ دیوان شاعر سلطان قلی قطب شاہ ہے جس کا زمانۂ حکومت ۹۸۸ھ تا ۱۰۲۰ھ (دکن میں اُردو) ہے، جس زمانے میں قلی قطب شاہ دکن میں اُردو شاعری کا بول بالا کر رہے تھے تقریباً اسی زمانے میں بکھر (سندھ) میں میر فاضل بکھری اُردو شاعری کا چراغ روشن کر رہے تھے۔ میر فاضل 'تاریخِ معصومی' کے مصنف میر معصوم بکھری کے چھوٹے بھائی ہیں اور ان کے اُردو کلام کی شہادت 'ذخیرۃ الخوانین' سے ملتی ہے۔ 'ذخیرۃ الخوانین' کے مصنف (شیخ فرید بکھری) کا بیان ہے کہ 'شعر زبان ہندی از قسم کافی بکمال فصاحت سی گفت وقبولیت داشتۂ، فاضل بکھری کا سنہ ولادت یا سنہ وفات دستیاب نہیں ہوسکا، اندازاً وہ دسویں صدی ہجری میں گزرے ہیں، اس لیے کہ ان کے بھائی میر معصوم بکھری کی وفات ۱۰۱۵ ہجری میں ہوئی (ذخیرۃ الخوانین)''۔(۱۰)

مذکورہ صوفیائے کرام کے علاوہ گیارہویں صدی ہجری میں سندھ میں اُردو کی باقاعدہ شاعری کا سہرا ملاّ عبدالحکیم عطا ٹھٹوی کے سر جاتا ہے، جن کا اُردو کلام بھی دستیاب ہے:

''سندھ میں اُردو شاعری کی تحریری روایت ملا عبدالحکیم عطا ٹھٹوی (۱۰۴۰ھ-۱۱۴۰ھ-۱۶۳۰ء-۱۷۲۷ء) کی اُردو شاعری میں نظر آتی ہے۔۔۔ ان کا زمانۂ حیات وہی ہے جو دکنی شعراء نصرتی، شاہی، ہاشمی اور ولی دکنی کا ہے، عطا فارسی کے شاعر تھے اسی لیے ان کے اُردو کلام پر بھی فارسی کا اثر گہرا ہے، کبھی قدیم طرزِ ریختہ کے مطابق ایک مصرع فارسی اور ایک اُردو میں لکھتے ہیں اور کبھی آدھا مصرع فارسی آدھا اُردو میں لاتے ہیں۔ مثلاً:

زبا افراط افطار فقیراں
کیوں رجنا بہ آدھی بھوک رہتا'' (۱۱)

ج) سندھ میں اُردو نثر کی ابتداء:

سندھ میں اُردو زبان کی ابتداء پر تو مضمون کے آغاز میں بات کر چکے ہیں، یہاں ہم سندھ میں اُردو نثر کی شروعات کا اس کے باقاعدہ نثری نمونوں سے جائزہ لیں گے۔ سندھ میں اُردو نثر کا سرمایہ تقسیم (۱۹۴۷ء) سے قبل بہت کم ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں عربوں سے لے کر انگریزوں کے عہدِ حکومت تک درباری یا سرکاری زبان پہلے عربی/فارسی رہی، پھر سندھی ہوگئی، اُردو کا رتبہ ہر دور میں دوسرے اور تیسرے نمبر پر رہا، اسی لیے اُردو نثر میں بہت کم لکھا گیا، اُردو نثر کا پہلا تحریری نمونہ جو بارہویں صدی ہجری کے آخری عشرے کا لکھا ہوا ہے دستیاب ہوا ہے:

''بھگوت گیتا کے اس منثور اُردو ترجمے کو سندھ میں اُردو نثر کا نقطۂ آغاز قرار دیا ہے جو سیوستان (سہون) کے مول رام ولد مہتہ رام کا ۱۱۹۶ھ کا لکھا ہوا ہے، لیکن مول رام کو اس نسخے کا کاتب ہی تسلیم کیا جائے اور مترجم نہ مانا جائے تب بھی اس دور میں سیوستان کے اس خاندان کی اُردو نثر سے دلچسپی ظاہر ہے''۔(۱۲)

اسی حوالے سے ڈاکٹر شاہدہ بیگم لکھتی ہیں:

''نظم کی طرح نثر میں بھی سندھ، دکن یا شمالی ہند سے متاثر ہوتا رہا ہے جس کے ثبوت میں شاہ ولی اللہ اورینٹل کالج منصورہ میں موجود بھگوت گیتا کا مخطوطہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ مخطوطہ فارسی زبان میں گیتا کا ترجمہ ہے جس کے آخر

میں بعض باتوں کی صراحت اُردو میں کی گئی ہے، مترجم سہون کے رہنے والے مول رام مہتہ ولد آنند رام ہیں جنھوں نے ۲۵؍ذوی الحج ۱۱۹۵ھ کو مخطوطے کا تکملہ کیا۔ نمونۂ نثر اس عہد کی اُردو نثر کی ترجمان ہے۔۰۰۰ اس ناگزیر ماحول پر روشنی پڑتی ہے، جس نے فارسی ترجمہ کے دامن میں صراحتی بیان کو اُردو میں لکھنے پر مجبور کر دیا۰۰۰ یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ مسلمان تو مسلمان ہندو تک اردو جانتے تھے اور اردو سندھ میں فارسی سے زائد قابلِ فہم تھی''۔ (۱۳)

سندھ سے نکلنے والے فارسی اخبارات میں بھی اُردو مضامین اور شاعری کے شائع ہونے کا پتا چلتا ہے، ڈاکٹر نجم الاسلام ''صحافت پاکستان و ہند میں'' مؤلفہ ڈاکٹر عبدالسّلام خورشید کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''مرزا مخلص علی نے فارسی میں کراچی سے 'مفرح القلوب' اور سکھر سے 'مطلع خورشید' دو اخبارات ۱۸۵۵ء میں جاری کیے تھے جو کم از کم ۱۸۶۵ء تک الگ الگ رہے اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد دونوں اخبار ایک ہو گئے اور اخبار کا نام 'مفرح القلوب و مطلع خورشید' قرار پایا، اسی کے ساتھ یہ تبدیلی بھی ہوئی کہ اخبار میں اُردو مضامین اور اُردو نظمیں بھی جگہ پانے لگیں''۔ (۱۴)

مذکورہ اخبارات کی پہلی اشاعت اور آخری اشاعت کے حوالے سے غلام محمد گرامی نے لکھا ہے:

''مفرح القلوب کا پہلا پرچہ ۱۸۵۵ء میں شایع ہوا۰۰۰ یہ اخبار بلا ناغہ پچاس سال تک جاری رہا اور ۱۹۰۴ء میں بند ہوا۔۔۔ مفرح القلوب کے ساتھ ساتھ ۱۸۶۰ء میں مرزا مخلص علی نے 'مطلع خورشید' سکھر سے جاری کیا''۔ (۱۵)

ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے ان اخبارات کی اختتامی اشاعت اور ان میں اردو غزلوں کی اشاعت کے بارے میں لکھا ہے:

''مفرح القلوب ۱۹۰۶ء تک جاری رہا، آخری ایام میں سکھر سے نکلتا رہا۔۔۔ اور 'مطلع خورشید' ۱۹۱۰ء تک نکلتا رہا۰۰۰ آخری ایام میں مفرح القلوب میں کبھی کبھی اُردو غزلیں بھی شایع ہوتی تھیں''۔ (۱۶)

ڈاکٹر نجم الاسلام کے مذکورہ اقتباس کی یہ اطلاع کہ بعد میں دونوں اخبارات کو یکجا کر دیا گیا تھا بعد کے دونوں اقتباسات سے نفی ہوتی ہے، مولانا غلام محمد گرامی نے ''کراچی گائڈ'' کے حوالے سے ایک اور اُردو اخبار کی اطلاع دی ہے:

''پروفیسر مرزا محمد جعفر ایک اُردو اخبار 'دوربین' بھی کراچی سے شایع کراتے تھے جس کا ذکر 'کراچی گائڈ' ۱۸۸۳ء میں موجود ہے''۔ (۱۷)

ڈاکٹر عبدالمجید سندھی مذکورہ اخبار کے زمانۂ اشاعت سے تھوڑا سا اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مرزا مخلص علی کے فرزند پروفیسر محمد جعفر (وفات ۱۹۱۳ء) نے انیسویں صدی کے آخری عشرے یا بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں کراچی سے 'دوربین' کے نام سے ایک اُردو اخبار جاری کیا، جلد ہی اخبار بند ہو گیا''۔ (۱۸)

زمانۂ اشاعت کے اختلاف سے ہٹ کر یہ بات طے شدہ ہے کہ سندھ سے ایک اُردو اخبار ''دوربین'' جاری ہوا تھا اور غالباً یہی اخبار سندھ میں اُردو کا پہلا اخبار ہے۔

حوالہ جات/حواشی

۱۔ سیّد سلیمان ندوی، ''نقوشِ سلیمانی''، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۷ء، ص ۳۱، ۳۴، ۳۵

۲۔ سیّد حسام الدین راشدی، ''اُردو زبان کا اصلی مولد سندھ''، اخبارِ اُردو، اسلام آباد (سندھ میں اُردو کا اسم اعظم، خصوصی شمارہ) مارچ اپریل ۲۰۰۳ء، ص ۷

۳۔ ایضاً

☆ محمود شیرانی نے اپنی کتاب ''پنجاب میں اُردو'' میں اس فقرے کو شمس سراج عفیف کی روایت سے یوں نقل کیا ہے ''برکت شیخ تھیا اک موا اک نہا'' (ص:۸)، مولانا سیّد سلیمان ندوی نے ''نقوشِ سلیمانی'' کے صفحہ نمبر ۲۵۹ پر شیرانی صاحب کی طرح نقل کیا ہے، جب کہ مولانا اعجاز الحق قدوسی نے ''تاریخِ سندھ۔ حصۂ اوّل'' کے صفحہ نمبر ۲۰۴ پر اس طرح نقل کیا ہے ''برکت شیخ پٹھا، اِک موا اِک نٹھا''۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں مولانا قدوسی کے فقرے کو صحیح مانتے ہیں بہ حوالہ (''سندھ کے جدید اُردو شعرا''، مقدمہ، ص ۱۲)۔ اس کے علاوہ اعجاز الحق قدوسی ''تذکرہ صوفیائے سندھ'' کے صفحہ نمبر ۴۷ پر ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''وہ اس کو اردو نہیں مانتے ان کا خیال ہے یہ لفظ نٹھا نہیں بلکہ ٹھا ہے جو خالص سندھی لفظ ہے اور جس کے معنی ہیں بھاگا''۔

۴۔ ''اُردو زبان کا اصلی مولد سندھ''، اخبارِ اُردو، اسلام آباد، ص ۱۹۴، ۱۹۵

۵۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: ''تاریخ ادب اُردو۔ (جلد اوّل)''، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۴ء، طبع دوم، ص ۶۷۱، ۶۷۳

۶۔ شرف الدین اصلاحی، ڈاکٹر: ''اُردو سندھی کے لسانی روابط''، لاہور، نیشنل بک فاؤنڈیشن، بارِ دوم، ۱۹۷۶ء، ص ۴۰

۷۔ شاہدہ بیگم، ڈاکٹر: ''سندھ میں اُردو''، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۰ء، ص ۶۷

۸۔ غلام علی الانہ، ڈاکٹر: ''زبان اور ثقافت''، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء، ص ۷۸

۹۔ ''اُردو زبان کا اصلی مؤلد سندھ''، اخبارِ اُردو، اسلام آباد، ص ۷

۱۰۔ ''اُردو سندھی کے لسانی روابط''، ص ۸۸۔ ۸۹

۱۱۔ ''تاریخِ ادب اُردو (جلد اوّل)''، ص ۶۸۱

۱۲۔ نجم الاسلام، ڈاکٹر: ''صورت بہار کی راگ مالا''، نئی قدریں، حیدرآباد، شمارہ (۱۱۔۱۲)، ۱۹۷۸ء، ص ۲۰، ۲۱

۱۳۔ سندھ میں اُردو، ص ۲۹۴، ۲۹۵

۱۴۔ نجم الاسلام، ڈاکٹر: ''صورت بہار کی راگ مالا''، نئی قدریں، ص ۲۱

۱۵۔ غلام محمد گرامی: ''سندھی لیتھوگراف''، نئی قدریں، حیدرآباد ''سندھی ادب نمبر''، شمارہ (۵۔۶) ۱۹۷۳ء، ص ۲۱

۱۶۔ ''نگارشاتِ سندھ''، ص ۲۰۹، ۲۲۳، ۲۲۵

۱۷۔ ''سندھی لیتھوگراف''، نئی قدریں، حیدرآباد، ص ۲۸

۱۸۔ عبدالمجید سندھی، ڈاکٹر: ''سندھی علم وادب''، تخلیق، لاہور، (سندھی ادب و ثقافت نمبر)، شمارہ ۱۔۲، ۱۹۸۸ء، ص ۲۵